ہندی ادب سے

سبھدرا کماری چوہان

کدمب کے پھول

ترجمہ: **ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خان**

غوث منزل، تالاب ملاارم، رامپور۔244901 (یوپی)، موبائل:9719316703

''بھابی.....! لو میں لے آیا۔''

''سچ.....! لے آئے؟ ارے کہاں ملے.....؟''

''ارے بھابی.....! بڑی مشکل سے لا سکا ہوں۔''

''تو مزدوری لے لینا۔''

''کیا دوگی بھابی.....؟''

''تم جو مانگو.....!''

''لیکن میری مانگی ہوئی چیز دے بھی سکوگی.....؟''

''کیوں نہ دے سکوں گی؟ تم میری مطلوبہ چیز میرے لیے لا سکتے ہو تو کیا میں تمہاری پسند کی چیز تمہیں نہیں دے سکتی!''

''نہیں..... بھابی.....! نہ دے سکوگی، پھر کیوں ناحق کہتی اور ٹالتی ہو!''

''اب تم ہی نہ لینا چاہو تو بات دوسری ہے، پر میں نے تو کہہ دیا کہ تم جو مانگو گے، میں وہی دے دوں گی۔''

''اچھا بھابی.....! جانے دو، وقت آنے پر مانگ لوں گا۔'' کہتے ہوئے موہن نے اپنے گھر کی راہ لی۔ دور سے آتی ہوئی بھاما کی ساس نے موہن کو دونے میں کچھ لیے ہوئے گھر کے اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن وہ جیسے ہی نزدیک پہنچیں، موہن دوسرے راستے سے اپنے گھر کی طرف جا چکا تھا۔ وہ موہن سے کچھ نہ پوچھ سکیں، لیکن انھوں نے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ موہن دونے میں کچھ لایا ہے، لیکن کیا لایا ہے، یہ نہ جان سکیں!

.....

گھر آتے ہی انھوں نے بہو سے پوچھا: ''موہن دونے میں کیا لایا تھا؟''

بھاما دل ہی دل میں مسکرا کر بولی: ''مٹھائی.....!''

بڑھیا غصے سے تلملا کر بولی: ''اتنا کھاتی ہے، دن بھر بکری کی طرح منھ چلا ہی کرتا ہے، پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا؟ بازار سے بھی مٹھائی منگا منگا کر کھاتی ہے۔ ابھی میں نہ دیکھتی تو کیا تو کبھی بتاتی!''

بھاما مسکراتے ہوئے بولی: ''تو کیوں بتلاتی، کچھ بتانے کے لیے تھوڑے ہی منگائی تھی؟''

''کیوں.....؟ کیا میں گھر میں کوئی چیز ہی نہیں ہوں؟ اپنے لیے تو مٹھائی کے پیسے ہیں۔ میں چار پیسے دان خیرات کے لیے مانگوں تو ہمیشہ منھ سے 'نہ.....!' ہی نکلتی ہے۔ تیرا آدمی ہے تو میرا بھی بیٹا۔ کیا اس کی کمائی میں میرا کوئی حق ہی نہیں۔ مجھے تو دو بار سوکھی روٹی چھوڑ کر کچھ بھی نہ نصیب ہو اور تو مٹھائی منگا منگا کر کھائے۔ من مانی کر لے جتنا تیرا جی چاہے.... اوپر بھگوان تو دیکھ رہا ہے، وہ تو سزا دے گا ہی۔''

بھاما مسکراتے ہوئے بولی: ''کیوں کوس رہی ہو ماں جی.....! مٹھائی ایک دن کھا ہی لی تو کیا ہو گیا، ابھی کچھ رکھی ہے تم بھی لے لینا۔''

''چل رہنے دے، اب ان پچکاروں سے کسی اور کو بہکانا۔ میں تیرے سب حال جانتی ہوں، تو سمجھتی ہوگی کہ تو جو کچھ کرتی ہے، وہ کوئی نہیں جانتا۔ میں تو تیری رگ رگ پہچانتی ہوں۔ دنیا میں بہت سی عورتیں دیکھی ہیں پر سب تیرے تلے تلے!''

بھاما مسکراتے ہوئے بولی: ''سب میرے تلے نہ رہیں گی تو کیا کریں گی؟ میری برابری کر لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میں ایسی ویسی تھوڑی ہی ہوں۔''

''چل چل بہت بڑ پن نہ بگھار، نہیں تو سب بڑ پن نکال دوں گی۔''

بھاما اب کچھ چڑ گئی تھی، بولی: ''بڑ پن کیسے نکالوگی ماں جی! کیا مجھے ماروگی.....؟''

ماں جی کو اور بھی شدید غصہ آ گیا۔ وہ بولیں: ماروں گی بھی تو مجھے کون روک لے گا۔ میں گنگا کو مار سکتی ہوں تو کیا تجھے مارنے میں میرا کوئی ہاتھ پکڑ لے گا؟''

''مارو..... دیکھوں کیسے مارتی ہو؟ مجھے وہ بہو نہ سمجھ لینا جو ساس کی مار چپ چاپ سہہ لیتی ہیں۔''

''تو کیا تو مجھے مارے گی؟ باپ رے باپ! اس نے تو گھڑی بھر میں میرا پانی اتار دیا، مجھے مارنے کو کہتی ہے، آنے دو گنگا کو۔ میں کہتی ہوں کہ بھائی تیری بیوی کی مار سہہ کر اب میں گھر میں نہ رہ سکوں گی۔ مجھے الگ ایک جھونپڑا ڈال دے، میں وہیں پڑی رہوں گی۔ جس گھر میں بہو ساس کو مارنے کے لیے کھڑی ہو جائے وہاں رہنے کا دھرم نہیں۔''

یہ کہتے ہوئے ماں جی زور زور سے رونے لگیں۔

بھاما نے دیکھا کہ بات بہت بڑھ گئی ہے تو وہ بولی: ''میں نے تمھیں مارنے کو تو نہیں کہا ماں جی.....! جھوٹ موٹ کہتی ہو۔ ہاں، میں مار تو چپ

چاپ کسی کی نہ سہوں گی۔اپنے ماں باپ کی نہیں سہی تو کسی اور کی کیا سہوں گی؟''

''چپ چاپ نہ سہے گی تو مجھے بھی مارے گی نا.....؟''ماں جی نے کہا:''وہی بات تو ہوئی، یہ مخمل میں لپیٹ لپیٹ کر کہتی ہے تو کیا میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

ماں جی کے زور زور سے رونے کی وجہ سے آس پاس کی کئی عورتیں اکٹھی ہوگئیں۔ان میں کئی تو بھاما کی طرف ہمدردی رکھنے والی تھیں،لیکن کئی ماں جی کی طرفدار،لیکن اس وقت ماں جی کو پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ کر بھاما کو ہی برا بھلا کہا۔سب عورتیں ماں جی کو گھیر کر بیٹھ گئیں۔بھاما ملزمہ کی طرح گھر کے اندر چلی گئی۔جاتے جاتے بھاما نے سنا ماں جی آس پاس بیٹھی ہوئی عورتوں سے کہہ رہی تھیں:''آپ تو دونے بھر بھر مٹھائی منگا منگا کر کھاتی ہےاور میں نے کبھی اپنے لیے پیسے دھیلے کی چیز کے لیے بھی کہا تو فوراً ہی ٹکا سا جواب دے دیتی ہے۔کہتی ہے پیسہ ہی نہیں ہے۔اس کے نام سے پیسے آجاتے ہیں اور میرے نام سے کنگالی چھا جاتی ہے۔کسی چیز کے لیے ترس ترس کے مانگ مانگ کے زبان گھس جاتی ہے۔جب جی میں آیا تو لا دیا نہیں تو کتے کی طرح بھونکا کرو۔یہ میرا اس گھر میں حال ہے۔آج بھی دونا بھر کر مٹھائی منگوائی ہے۔میں نے ذرا ہی پوچھا تو مارنے کے لیے کھڑی ہوگئی۔کہتی ہے،میرے آدمی کی کمائی ہے،کھاتی ہوں،کسی کے باپ کا کھاتی ہوں کیا؟اس کا آدمی ہے تو میرا بھی بیٹا ہے۔اس کا بارہ آنے کا حق ہے تو میرا چار آنے کا حق تو ہوگا ہی.....!''

پڑوس کی ایک دوسری بڑھیا بولی:''رام.....رام.....!یہی پڑھی لکھی ہوشیار ہے۔عقل تو کوڑی کے برابر بھی نہیں ہے۔تمہارا تو سولہ آنے حق ہے۔بہو کو بیٹا ماں کے لیے لونڈی بنا کر لاتا ہے۔یہ تمہارے پیر دبانے اور تمہاری خدمت کرنے کے لیے ہے۔ہمارا نندن تو جب تک بہو میرے پیر نہیں دبا لیتی،اسے اپنی کوٹھری کے اندر ہی نہیں آنے دیتا۔''

''بہن.....!اپنا مال کھوٹا ہو تو پرکھنے والے کا کیا قصور!بیٹا ہی سپوت ہوتا تو بہو آج مجھے مارنے دوڑتی.....؟''

.....

گنگا پرساد گاؤں کے پرائمری اسکول کے دوسرے ماسٹر کی جگہ کے لیے امیدوار تھے۔ساڑھے سترہ روپے ماہوار کی جگہ کے لیے بے چارے دن بھر دوڑ دھوپ کرتے۔اِس سے مل،اُس سے مل،نہ جانے کس کس کی خوشامد کرنی پڑتی تھی۔پھر بھی نوکری پانے کی انہیں بہت کم امید تھی۔اِدھر وہ کئی ماہ سے بیکار بیٹھے تھے۔بھاما کے پاس کچھ زیور تھے جو ہر ماہ گروی رکھے جاتے تھےاور کسی طرح کاٹ کسر کر کے گھر کا خرچ چلتا تھا۔بھاما پیسوں کو دانتوں تلے دبا کر یعنی بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرتی تھی۔ساس اور شوہر کو کھلا کر خود آدھے پیٹ کھا کر پانی سے ہی پیٹ بھر کر اٹھ جاتی تھی۔کبھی دال کا پانی ہی پی لیا کرتی اور کبھی سبزی ابال کر پیٹ بھر لیا کرتی تھی۔روپے پیسے کی تنگی کی وجہ سے گھر میں اکثر بلکہ تقریباً روز ہی اسی طرح کی تلخی چھائی رہتی۔

جب گنگا پرساد جی دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد تھکے ہارے گھر لوٹے تب شام ہو رہی تھی۔آنگن میں ان کی ماں اداس بیٹھی تھیں۔بیٹے کو دیکھا تو آنکھیں نیچی کر لیں،لیکن کچھ بولی نہیں۔گنگا پرساد اپنی ماں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ان کا بڑا خیال رکھتے تھے۔جس بات سے انہیں ذرا بھی دکھ ہوتا، وہ بات،وہ کبھی نہ کرتے تھے۔ماں کو اداس دیکھ کر وہ ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔پیار سے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور پوچھا:''کیوں ماں.....!آج اداس کیوں ہو؟کیا کچھ طبیعت خراب ہے؟''

''نہیں بیٹا.....!طبیعت ٹھیک ہے۔''

''کچھ تو ہوا ہے ماں.....!آج تم اداس ہو.....!''

اب ماں جی سے نہ رہا گیا۔پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں:''کچھ نہیں،میں آدمی عورت یا یوں کہو میاں بیوی میں لڑائی نہیں کروانا چاہتی۔بس اتنا ہی کہتی ہوں کہ اب میں اس گھر میں نہ رہ سکوں گی،میرے لیے ایک جھونپڑی بنوا دے،وہیں پڑی رہوں گی۔جی میں آئے تو خرچ بھی دینا نہیں تو مانگ کے کھالوں گی۔''

''کیوں ماں.....!کیا جھگڑا ہوا ہے؟سچ سچ کہنا.....!''

''آج ہی کیا؟یہ تو تیسوں دن کی بات ہے۔تیری گھر والی نے موہن سے مٹھائی منگوائی ہے۔وہ دونا بھر مٹھائی میرے سامنے لے کر آیا۔میں ذرا پوچھنے گئی تو کہتی ہے-ہاں منگواتی ہوں،اپنے آدمی کی کمائی کھاتی ہوں،کچھ تمہارے باپ کا تو نہیں کھاتی؟جب میں نے کہا کہ وہ تیرا آدمی ہے تو میرا بھی بیٹا ہے،اس کی کمائی میں میرا بھی حق ہے تو کہتی ہے کہ تمہارا حق جب تھا تب تھا۔اب تو سب میرا ہے۔زیادہ بولوگی تو مار کے گھر سے نکال دوں گی۔تو بابا.....!تیری عورت ہے،تو ہی اس کی مار سہہ،میں مانگ کر پیٹ بھلے ہی بھر لوں،پر بہو کے ہاتھ مار نہ کھاؤں گی۔''

گنگا پرساد اب نہ سہہ سکے:''وہ تجھے مارے گی ماں.....!میں نہ اس کے ہاتھ پیر توڑ کر ڈال دوں گا۔'' کہتے ہوئے وہ ہاتھ میں لکڑی اٹھا کر بڑے غصے سے اندر گئے۔بھاما کو ڈانٹ کر پوچھا:''کیا منگایا تھا تم نے موہن سے؟''

گنگا پرساد کے اس سوال کے جواب میں''کدمب کے پھول تھے بھیا.....!'' کہتے ہوئے موہن نے گھر میں قدم رکھا۔تب تک بھاما نے دونا اٹھا کر گنگا پرساد کے سامنے رکھ دیا۔دونے میں آٹھ دس پیلے پیلے گول گول بیسن کے لڈوؤں کی طرح کدمب کے پھولوں کو دیکھ کر گنگا پرساد کو ہنسی آگئی۔

موہن نے دونے میں سے ایک پھول اٹھا کر کہا:''کتنا خوبصورت ہے یہ پھول بھابی.....!''اور گنگا پرساد کے ہاتھوں کے ساتھ اس کی نظر بھی جھک گئی۔

◆◆◆